مومن کی زندگی کی نمایاں علامت ہے کہ وہ کسی منزل پر رکتا نہیں بلکہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍اپریل ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

طبیعت ابھی کمزور ہی چلی آ رہی ہے۔ گو پہلے سے بہتر ہے۔ الحمد للہ۔

قرآن کریم نے ہمیں صرف یہ دعا نہیں سکھائی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں صراطِ مستقیم کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ راستہ جو کم سے کم کوشش کے نتیجہ میں منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو۔ دُنیا کی ہر خواہش کے پُورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ایک راستہ ہے اور جب تک اُس راہ کا علم انسان کو نہ ہو وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا یا بہت تکالیف اُٹھانے کے بعد بہت چکر کاٹ کر اور تکلیف اُٹھا کر اپنی منزل تک پہنچتا ہے۔

ہمیں صرف یہ دعا نہیں سکھائی بلکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا کی قبولیت کے ساتھ جو ذمہ واری ہم پر عائد ہوتی ہے اُس کے نبھانے کے لئے دعا ہمیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں پہلے سکھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اے خدا! ہمیں توفیق عطا کر کہ جو طاقتیں تُو نے صراط مستقیم پر چل کر منازل مقصودہ تک پہنچنے کے لئے عطا کی ہیں ہم ان کا صحیح اور پُورا استعمال کر سکیں۔ اِس تفسیر کی روشنی میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے یہ معنی ہیں۔ پھر وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ

دُعا سکھائی کہ بتدریج ارتقاء کا قانون اس مادی دنیا میں ہمیں نظر آتا ہے اور کسی منزل کو بھی آخری منزل سمجھ کر تسلی پا جانے کی فطرت ہمیں تُو نے دی نہیں اس لئے ہر منزل پر پہنچ کر اگلی منزل کی تلاش دل میں پیدا ہوتی ہے اور تیری محبت کی جس منزل پر بھی ہم پہنچے ہوتے ہیں اُس سے زیادہ کے حصول کی خواہش ہمارے دل میں مچلتی ہے اِس لئے ہر منزل جس تک ہم پہنچیں (ان طاقتوں اور کوششوں اور تدابیر کو انتہا تک پہنچا کر ان طاقتوں کے ذریعہ جو تُو ہمیں دے چکا ہے یعنی اپنی انتہائی کوشش کے نتیجہ میں) وہ تیری پیدا کردہ فطرت کے مطابق ہماری آخری منزل نہیں بلکہ اگلی منزل کی خواہش پیدا ہوتی ہے جس کے لئے پہلے سے زیادہ قوت اور طاقت کی ضرورت ہے اور جب تیری توفیق سے اپنی طاقتوں کا صحیح اور پورا استعمال کر کے ہم ایک جگہ پہنچیں تو پھر ہماری دعا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں مزید طاقتیں عطا کر۔ چنانچہ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں اس طرف اشارہ ہے اور اس طرح پر یہ صراطِ مستقیم جو ایک معنی میں منزل بہ منزل انسان کی خوشیوں کے سامان بھی پیدا کرتا ہے اور دوسرے معنی میں ہر منزل اگلی منزل کی نشاندہی کرتی ہے اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو مزید حاصل کرنے کی جو خواہش دل میں مچلتی ہے اُس کے لئے مزید طاقتوں کی ضرورت ہے جس کے لئے ہمیں دعا سکھائی۔

پس صرف یہ نہیں کہا کہ ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت ملنے کے بعد بھی بعض بدقسمت راہِ راست کے کنارہ پر ِگر کر مر جاتے ہیں اور ان کا جسم اور رُوح سڑ گل جاتی ہے اور تعصب اُن میں پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی زندگی میں ہمیں یہ نظارہ نظر آیا کہ بعض ایسے بدقسمت تھے جن کو یہ کامل اور مکمل ہدایت ملی یعنی قرآن عظیم کی شریعت اور جن کو ایک بہترین اُسوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ملا اُنہوں نے اس کو ایک حد تک پہچانا اور اس سے فائدہ حاصل کیا اور ایک وقت کے بعد وہ مُرتد ہو گئے۔ پس صراطِ مستقیم کے کنارے پر ان کی رُوحانی یا بعض دفعہ رُوحانی اور جسمانی ہلاکت واقع ہوئی۔ پس محض صراطِ مستقیم کا عرفان حاصل کر لینا کافی نہیں یعنی اِس ہدایت کا مِل جانا کہ یہ سیدھا راستہ ہے بلکہ اس پر چلنا ضروری ہے اور محض چلنا ضروری نہیں

بلکہ ہر لمحہ اور ہر آن پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ راہِ راست پر حرکت کرنا ضروری ہے تب انسان کو آخری خوشیاں اور جو انتہائی لذّتیں ہیں اور انتہائی خوشی ہے وہ ملتی ہے جس کا نام اِس دُنیا کی جنّت بھی رکھا گیا ہے اور جس کی آخری شکل اِس جہان سے گذرنے کے بعد دوسری زندگی کے اندر انسان کے سامنے آئے گی لیکن وہاں بھی صراطِ مستقیم کی منازل کی انتہا نہیں ہوگی۔ قرآن کریم نے بھی اور احادیث نے بھی قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے یہ بات رکھی ہے کہ وہاں بھی اگرچہ امتحان نہیں ہوگا مگر عمل ہوگا۔ امتحان کا مطلب ہے کہ جہاں یہ خطرہ ہو کہ عمل درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی ہوسکتا ہے۔ عمل اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل بھی کرسکتا ہے یعنی عمل صالح بھی ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھی بھڑکا سکتا ہے یعنی عمل غیر صالح بھی ہوسکتا ہے۔

پس یہاں عمل ہے اور امتحان ہے اور دوسری زندگی میں عمل تو ہے (نکمّا پن نہیں کہ پوستیوں کی طرح افیم کھا کر بیٹھ گئے اور اونگھتے رہے) عمل ہے مگر امتحان نہیں۔ یہاں عمل ہے اور امتحان ہے۔ وہاں عمل ہے اور ترقیات کے دروازے کھلے ہیں۔ وہاں پیچھے ہٹنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے آگے ہی آگے بڑھنا ہے ہر روز زیادہ ترقیات ملتی ہیں اور ہر روز زیادہ عمل کی توفیق ملتی ہے۔ پس یہ شکل ہے ایک مومن کی زندگی کی۔ پھر دنیا میں اُس کے اعمال بھی یہی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور دوسری دُنیا میں بھی اُس کے اعمال یہی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں انسان مومن صالح، خدا کا محبوب اور مقرب دو قسم کا عمل کرتا ہے۔ ایک عمل ہے اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے اور ایک عمل ہے مزید شکر کے سامان کے حصول کے لئے یعنی پہلے سے زیادہ ملے اور زیادہ وہ شکر ادا کرے۔ ہمیں اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (البقرۃ:۲۰۲) کی دعا سکھائی کہ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا کر کہ اس دنیا کی حسنات بھی ہمیں ملیں (مثلاً درخت لگے ہوئے ہوں اور گرمی کم ہو۔ یہ دنیا کے حسنات میں سے ہے) اور ہمیں ایسے مقبول اعمال کی توفیق عطا کر کہ تیری جنتیں ہمیں یہاں سے جانے کے بعد حاصل ہوں۔ جنتوں کے ہم حقدار ٹھہریں وہاں جانے کے بعد ایک ہی زندگی ہے یہاں ہمارے سامنے دو زندگیاں ہیں۔ ایک اس دنیا کی زندگی اور ایک اُس دنیا کی زندگی اس لئے اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً

ہمیں سکھایا لیکن اُس دنیا میں ایک ہی زندگی ہے یعنی جنت کی زندگی اور اس میں امتحان نہیں ہے لیکن ترقیات ہیں اس لئے وہ ایک ہی قسم کے اعمال ہیں۔ وہ اعمال شکر بھی ہیں اور مزید ترقیات کے حصول کے بھی ہیں یہاں فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کی جو دعا ہے وہ شکر کے لئے ہے اور ناکامیوں سے بچنے کے لئے بھی ہے کہ جو تو نے دنیا کی نعمتوں کے حصول کے دروازے ہمارے لئے کھولے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں توفیق دے کہ ان پر تیرا شکر ادا کر سکیں اور کبھی محروم نہ رہ جائیں۔ بہر حال یہ مومن کی زندگی کی تصویر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن جب حقیقی مومن بن جاتا ہے تو اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ استقامت اور صراط مستقیم قریباً ایک مفہوم میں استعمال ہو جاتے ہیں۔ پس استقلال کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ کام کرتے چلے جانا یہ مومن کی زندگی کی ایک نمایاں علامت ہے۔

ہم نے یہاں اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کے ماتحت کام شروع کیا درخت لگانے کا پانی مہیا کرنے کا اور نہ صرف یہ کہ اس کام میں آگے ہی آگے بڑھنا چاہیئے بلکہ اس سلسلہ میں جو حرکت ہے اُس میں سستی نہیں پیدا ہونی چاہیئے لیکن سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان بھول جاتا ہے اسی لئے دُعا سکھائی کہ جو ہم بھول جائیں اس پر ہماری گرفت نہ کر اور جو غلطی ہم کر جائیں تو اس کے کفارہ کے سامان ہمارے لئے پیدا کر دے میں کچھ عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ جو ہم نے یہاں درخت لگانے کا کام شروع کیا تھا اور پانی کی جو ضرورت تھی۔ اُسے پورا کرنے کے لئے ٹیوب ویل لگانے کا پروگرام بنا تھا اور یہ مشترکہ کوشش یعنی نظام کی کوشش اور اہل محلّہ کی رضا کارانہ کوشش کا پھل ہم نے حاصل کرنا تھا۔ اس میں کچھ کمی واقع ہوگئی ہے میرے علم کے مطابق اس منصوبہ کے ماتحت تین کنوئیں لگ چکے ہیں اور ایک ابھی اپنی آخری شکل میں نہیں آیا یعنی وہاں ٹینکی نہیں بنی اور محلّہ دارالیمن کے غربی حصہ میں پانی کی تکلیف ہے اور دوسرے اس محلّہ میں جہاں ہمیں پانی ملا ہے وہ دریا کے قریب کا علاقہ ہے اور وہ محلّہ پہاڑی کے دامن کے ساتھ ساتھ درّہ تک پھیلا ہوا ہے وہاں میں نے سروے وغیرہ کروایا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ وہاں جائزہ لو اور دیکھو کہ زمین کی شکل کیسی ہے اور جتنے فٹ اونچا ہمیں اٹھانا

پڑے اٹھانا چاہیئے تا کہ میٹھا پانی اُس محلّہ کے غربی کنارے تک ہم پہنچا سکیں اس میں بھی پوری تیز رفتاری اور مستعدی کے ساتھ کام نہیں ہوا کچھ کام تو ہوا ہے لیکن میری تسلی کے مطابق نہیں ہوا۔

پھر یہ ہے کہ نیا سال آ رہا ہے اس لئے نئی سکیم ہمارے سامنے آنی چاہیئے ۔ اگر اور ضرورتیں ربوہ میں کسی جگہ بجلی کے کنوئیں لگانے کی ہیں تو وہ ابھی سے ہمارے علم میں آنی چائیں تا کہ اگلے سال میں ہم وہ ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کریں۔ کنوئیں کی سکیم کے ساتھ بہت سے درخت لگائے گئے تھے۔ کچھ تو بڑے اچھے پل رہے ہیں اور کچھ مر گئے اور جب درخت لگائے جاتے ہیں تو ان میں سے پلتے بھی ہیں اور کچھ مرتے بھی ہیں۔ یہ قانون قدرت ہے کہ کچھ زندہ رہتے ہیں کچھ مرتے ہیں۔

قانونِ قدرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ عام طور پر جتنے فی صد درخت عام قانون کے مطابق مرتا ہے اس سے زیادہ نہیں مرنا چاہیئے اور اس کے لئے کوشش ہونی چاہیئے ۔ جہاں زیادہ مرتا ہے۔ وہاں ہمیں کوشش کی کمی نظر آتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ مر جاتا ہے یا پھر بکریاں چر لیتی ہیں ربوہ میں بکریوں کو رہنے کی اجازت صرف اس صورت میں مل سکتی ہے کہ وہ ہمیں گوشت دیں اس شکل میں نہیں مل سکتی کہ ہمارے درختوں کو وہ کھالیں۔ آپ خیال رکھیں سب اہل ربوہ کا یہ کام ہے نیز درخت مر جاتے ہیں اس لئے کہ بچہ بعض دفعہ عدم تربیت کے نتیجہ میں شرارت کی وجہ سے بعض دفعہ بے خیالی میں مثلاً سکول سے گھر آتے ہوئے بے خیالی میں کسی پودے کو پکڑ کر جھٹکے سے کھینچتا ہے اور بعض دفعہ پودا اس کے ہاتھ میں آ جاتا ہے یا اس طرح پر اُسے تکلیف اور صدمہ پہنچتا ہے کہ اس کے لئے پوری طاقت کے ساتھ آگے بڑھنا ممکن نہیں رہتا یا چند دنوں کے بعد وہ مر جائے گا۔ پس ہمارے بچوں کی یہ تربیت ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے درخت ہمارے لئے پیدا کئے ہیں اور درختوں کے سائے سے اور ان کے پھلوں سے فائدہ اُٹھانا ہمارا کام ہے اس وقت اگر چہ موسم نہیں لیکن کوشش کر کے ہم اس میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں مسلمانوں کی تو ذہنی حالت یہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مغلیہ دَور کے بادشاہ جنہوں نے ہندوستان پر حکومت کی تھی ان میں بہت سی علمی کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں یہ تو

درست ہے لیکن اسلامی تعلیم پر عمل کرنے کے بعض ایسے عجیب نظارے ہمارے سامنے آتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ میں اس وقت روحانی ترقیات کا ذکر نہیں کر رہا صرف (حسنات دُنیا کے سلسلہ میں) مثال دے رہا ہوں۔ روحانی ترقیات بھی اُن میں سے بہتوں نے کیں اور ایسے بادشاہ بھی گذرے ہیں کہ جن کو علمائے وقت نے مجدّدِ وقت تسلیم کیا لیکن میرا مضمون وہ نہیں ہے میں اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ اُنہوں نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کے لئے بے حد کوشش کی اور اُس کے شکر کے طور پر اُس کی شان کو اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے کام کیا۔ مغل بادشاہوں کی تاریخ میں ذکر آتا ہے کہ بادشاہ کسی سفر پر جا رہا ہے۔ کسی جگہ بنجر علاقہ میں پہاڑی کے دامن میں بڑا سا چشمہ دیکھا۔ اُس زمانہ میں ہوائی جہاز تو تھے نہیں۔ مہینوں کے سفر ہوتے تھے مثلاً آگرہ سے بادشاہ چلا ہے تو دکّن سے واپسی بعض دفعہ ڈیڑھ سال میں ہوتی تھی لیکن انتظام ایسا تھا کہ وہ بادشاہ افسر متعلق کو کہتا تھا دیکھو! یہاں اچھی آبشار ہے لیکن یہ علاقہ بنجر پڑا ہوا ہے۔ میں آگے جا رہا ہوں جب میں واپس آؤں تو اس جگہ حوض بنا ہوا ہو اور سو دو سو ایکڑ میں باغ لگا ہوا ہو۔ یہ حکم دے کر وہ آگے چلا جاتا تھا پھر وہ مزے سے بیل گاڑیوں پر سفر کرتا اگر فوج ساتھ ہے تو کئی لاکھ آدمیوں کا اس طریقہ پر سفر کرنے میں بڑا وقت لگتا تھا۔ ان کے سامان آگے جاتے تھے بازاران فوجوں کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور دو حصوں میں بٹ کر چلتے تھے۔ ایک حصہ پڑاؤ کے ساتھ رہ جاتا تھا اور دوسرا حصہ آگے نکل جاتا تھا۔ بیس بیس ہزار گھوڑے کے چارے اور دانے کا انتظام بڑا انتظام ہے جو ان کو کرنا پڑتا تھا اس کے نتیجہ میں ان کے سفر کی رفتار سست پڑ جاتی تھی۔ میں نے پڑھا ہے کہ جاتے ہوئے بادشاہ سلامت نے حکم دیا کہ یہاں حوض بنا ہوا ہو اور پورا باغ لگا ہوا ہو اور جب واپس آئے تو پھلدار پودے وہاں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اگر ہم پودے کو Transplant کریں یعنی ایک جگہ سے اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگائیں تو پودا لگ جاتا ہے لیکن ہر شخص کی اپنی اپنی ہمت ہے کسی میں اتنی ہمت ہے کہ صرف چار مہینے کے پودے کو ایک جگہ سے اُکھیڑ کر دوسری جگہ لگا سکتا ہے اور کسی میں اتنی ہمت ہے کہ چار سال کے پودے کو لگا سکتا ہے۔ اپنی عمر کے لحاظ سے پودے کی جڑوں کا پھیلاؤ ہے چھ مہینے کا پودا ایک فٹ کی گاچی نکالنے سے

دوسری جگہ لگ سکتا ہے اور پل سکتا ہے لیکن چار سال کا پودا ایک فٹ کی گاچی نکالنے سے نہیں پلے گا کیونکہ اس کو زندہ رکھنے کے لئے جتنی جڑوں کی ضرورت ہے وہ چار یا پانچ یا سات فٹ کے گھیر میں اور پانچ یا سات فٹ کی گہرائی میں ہے۔ پس جب اُن بادشاہوں کا حکم ہوتا تھا وہ پُورا کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کہہ دیتا تھا جب میں واپس آؤں تو یہاں پھلدار پودے بھی ہوں وہ آٹھ آٹھ فٹ کی گاچیاں نکالتے تھے اور اُن کے پاس ہاتھی اور دوسرے ایسے سامان تھے کہ ان پودوں کو اس طرح باندھتے تھے کہ گاچ ٹوٹتی نہ تھی۔ اس کے لئے ایک تو ''وتّر'' صحیح ہونا چاہیئے ورنہ مٹی بھُر جائے گی اور اگر صحیح وَتر ہو اور مٹی گرے نہیں اور جڑیں ننگی نہ ہوں تو چار سال کا پودا بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی لگ سکتا ہے۔ مغل بادشاہوں نے ایسا کر دکھایا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تدبیر نہ کرے مثلاً کوئی شخص دو مہینے کے آم کے پودے کے نیچے منہ کھول کر لیٹ جائے اور آم کا رس اس کے منہ میں ٹپکے۔ یہ مطلب تو نہیں کہ قوانین قدرت الٰہی قوانین کو توڑے بھی اور بھلائی کی امید بھی رکھے۔ بنیادی طور پر اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کرو کیونکہ آج کے کمیونسٹ دہریہ کا جو اعتراض مذہب پر ہے اس کی بڑی وجہ اس مسئلہ کو جو اسلام نے پیش کیا ہے نہ سمجھنا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب نے اس چیز کو اُن کے سامنے نہیں رکھا نہ اپنی زندگیوں میں اس پر عمل کیا۔ بنیادی تعلیم اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کے متعلق بھی یہ ہے کہ اس دُنیا اور عالمین میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے اس کے متعلق فرمایا سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ (الجاثیة:۱۴) کوئی استثنا نہیں۔ بغیر استثناء کے ہر چیز تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے یہ اعلان کیا لیکن یہ نہیں کہ تم نکمّے بیٹھ جاؤ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہو، اونگھتے رہو، افیم کھانی شروع کر دو، زندگی میں تمہیں کوئی دلچسپی نہ ہو، تم محنت نہ کرو، تم وہ قانون جو فائدہ اٹھانے کے ہیں نہ سیکھو اور مشاہدات تمہارے کمزور ہوں پھر بھی تم اس سے فائدہ اٹھا لو گے اور مخلوق تمہاری خادم بنی رہے گی جہاں ایک طرف یہ اعلان کیا کہ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ وہاں دوسری طرف یہ اعلان کیا کہ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم:۴۰) کہ یہ چیزیں تمہاری خادم تو ہیں لیکن جتنی خدمت تم اپنی محنت سے ان

سے لوگے اُتنی خدمت کریں گی اس سے زیادہ نہیں کریں گی۔ مغل بادشاہ نے پانچ برس کا پھل دینے والا درخت اپنے حکم سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لگوادیا اور قانون قدرت جو درختوں اور اُن کی جڑوں اور اُن کے پھیلاؤ اور ان کو پانی دینے کے متعلق ہے کہ اتنا پانی ملنا چاہیئے اور اتنے وقت کے بعد ملنا چاہیئے۔ غذا اتنی ہونی چاہیئے ان سب چیزوں کے متعلق قانون ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اس قانون کو ان بادشاہوں نے سمجھا اور اس کے مطابق اُسے پچاس میل یا دوسو میل دُور لے جا کر دوسری جگہ لگوا دیا۔ فرقان بٹالین جب کشمیر کے محاذ پر رضا کارانہ طور پر اپنے ملک کی خدمت کر رہی تھی تو ہماری دائیں طرف ایک قلعہ تھا جس کی دیواریں اس محراب کی اونچائی کے برابر اگر سمجھی جائیں تو اس میں تین یا چار پتھر تھے اور وہ پتھر اس علاقہ کے نہیں تھے ہم نے پتہ لیا۔ صحیح اور علیٰ وجہ البصیرت تو ہمیں پتہ دینے والے نہیں تھے لیکن جتنا پتہ لگ سکا وہ یہ تھا کہ سینکڑوں میل سے ہاتھیوں کے اوپر اتنے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لائے اور وہاں قلعہ بنا دیا۔ وہ دیوار اتنی مضبوط تھی کہ ہندوستان کے ۲۵ پاؤنڈ کے گولے اُس دیوار پر پڑتے تھے۔ تو ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوتا تھا اور بغیر نقصان پہنچائے دوسری طرف جا کر گر جاتے تھے تو جو اتنے اتنے وزنی پتھر اُٹھا کر لے آئے اُن کے لئے درختوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا کیا مشکل تھا۔ درخت کی عمر کے مطابق جتنی بڑی گاچ کی ضرورت ہوتی تھی وہ جانتے تھے اور اس طرح وہ درخت پھلدار ہو جاتے تھے۔ بادشاہ سلامت واپس آئے تو وہاں باغ لگا ہوا تھا۔ پھلدار درخت لگے ہوئے تھے موسم کے مطابق پھل لگے ہوئے تھے، پھول لگے ہوئے تھے ہر چیز وہاں تھی اور جہاں تک مجھے یاد ہے کم وبیش ایک سال میں یہ سب کچھ ہوا۔ پس جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ بے شک اِس عالمین کی ہر چیز انسان کی خادم ہے لیکن انسان پر اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگائی ہے کہ محنت سے اپنی عقل کو استعمال کر کے تجربہ حاصل کرنے اور مشاہدہ حاصل کرنے کے بعد قانون قدرت کی اتّباع کرتے ہوئے وہ جو کوشش کرے گا اس کا پھل اس کو مل جائے گا۔ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى میں یہی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ انسان کو اُس کی کوشش کا پھل ملے گا لیکن خدا تعالیٰ نے جس طرح کہا کہ سَخَّرَ لَكُمْ اسی کے اندر یہ مفہوم پایا جاتا ہے

کہ ہم نے قانون قدرت اور احکام الٰہی کی زنجیروں میں باندھ کر ہر شے کو تمہارا خادم بنایا ہے ان قوانین کا علم حاصل کرو۔ ان کے مطابق کوشش کرو تو پھل تمہیں ملے گا سوائے اس کے جو دوسرا قانون ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے عام قانون کو تمہارے حق میں استعمال نہیں ہونے دے گا اور درختوں کو کہے گا نہیں اب میرا وہ قانون نہیں چلے گا کیونکہ انہوں نے میرے مقابلہ پر کھڑے ہو کر بغاوت کی ہے اس لئے اب اگر یہ عام قانون کی بھی پابندی کریں گے تب بھی ان کو پھل نہیں ملے گا۔ وہ تو عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ سے مُنہ موڑنے والوں اور انبیاء کے مخالفوں پر ہمیشہ آتے رہے ہیں اور قرآن کریم نے اس کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ قرآن کریم یقیناً بڑی عظیم کتاب ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ بہرحال جو کام ہم نے درخت لگانے کا شروع کیا ہے قانون قدرت کے مطابق ہم اگر محنت کریں گے تو ہمیں ان کا سایہ ملے گا اور پھل ملے گا ورنہ نہیں ملے گا قانون قدرت یہ کہتا ہے کہ اگر درخت بچہ ہو اور اُس کی جڑوں کو ہلا دیا جائے تو وہ درخت بڑھ نہیں سکتا اور مر جاتا ہے اس کی جڑیں ننگی ہو جائیں تب بھی مر جاتا ہے جڑیں ہل جائیں اور ہوا اندر پڑ جائے تب بھی مر جاتا ہے جڑیں کٹ جائیں تب مر جاتا ہے مثلاً اگر ایک سال کا درخت ہے اور آپ نے اُس کی گاچی دو مہینے کے پودے جتنی بنائی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی موٹی جڑیں کٹ جائیں گی تو قانون قدرت کی خلاف ورزی کر کے آپ کو پھل نہیں ملے گا۔ پس قانون قدرت کی پابندی کرنی پڑے گی۔

اب میں نے آپ سے کہا کہ یہ جو بنیادی تعلیم ہے اس کو یاد رکھیں تا کہ کوئی کمیونسٹ دہریہ آپ سے بات کرے تو آپ جواب دے سکیں۔ میں حیران ہوا جب ایک کمیونسٹ رسالہ کے ایک مضمون میں میں نے یہ پڑھا کہ یہ صرف عزم یعنی انسانی ارادہ ہے جو نتائج پیدا کرتا ہے آسمانی قانون نتائج پیدا نہیں کرتا۔ میں نے کہا واہ! تم نے تو ۲/ ۱ علم بھی حاصل نہیں کیا۔ انسانی کوشش اور عزم صرف اُس وقت کامیاب ہوتا ہے جب عام حالات میں قانون قدرت کی پابندی کر رہا ہو اور خاص حالات میں (یعنی اگر کوشش کرنے والا خدا کا برگزیدہ ہے تو عام حالات میں جتنی فصل ہو گی اس سے) زیادہ خدا تعالیٰ دے دے گا اور اگر اس نے خدا کو

ناراض کیا ہے تو عام حالات میں اُس کوشش اور تدبیر کا وہ نتیجہ اُس کے حق میں نہیں نکلے گا جو اس جیسی تدبیر کا نتیجہ زید اور بکر کے حق میں نکلے گا کیونکہ اِس نے خدا تعالیٰ کو ناراض کر لیا۔ اگرچہ زید اور بکر نے خدا تعالیٰ کو نہ خوش کیا نہ ناراض کیا لیکن خدا تعالیٰ کو چونکہ ناراض نہیں کیا اس لئے ان کے حق میں عام قانون چلتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا وہ پھل جلدی حاصل کرتا ہے اور زیادہ حاصل کرتا ہے اس وقت میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ جس مذہب نے یہ کہا ہو کہ ہر چیز جو پیدا کی گئی ہے وہ انسان کے فائدے کے لئے اور انسان کی خادم بنا کر پیدا کی گئی ہے اُس کو یہ کہنا کہ ہوینز (Heavens) نے یا اللہ تعالیٰ نے انسان کا کوئی خیال ہی نہیں کیا تھا۔ انسان نے اپنے عزم سے اور قوتِ ارادی کے ساتھ نتائج حاصل کرنے ہیں یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ بہرحال اس وقت جو بات میں کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم نے ربوہ میں ایک کام شروع کیا ہے۔ آپ اپنے بچوں کی تربیت کریں کہ وہ درختوں کی حفاظت کریں اور ان کی ہلاکت کا باعث نہ بنیں۔ آپ خود بھی خیال رکھیں۔ وقت پر پانی دیں اسی طرح ان کی اور بہت سی حفاظتیں ہیں وہ کرنی پڑتی ہیں اگر مثلاً درخت کے ساتھ گھاس پھوس اُگ آیا ہے تو محلے والے اس کو صاف کریں درخت کے اردگرد ایک دائرہ کے اندر زمین کو نرم کریں وقت پر اس کو کھاد دیں اور جو گرمی اور سردی کے مطالبات ہر درخت کے ہیں ان کو پورا کریں اور جو منتظمین ہیں وہ اہل محلّہ کو اس سلسلہ میں معلومات فراہم کریں ہدایات دیں، مشورے دیں۔ میں ایک مثال دیتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ توجہ اور صحیح نگہداشت سے کتنا فرق پڑتا ہے۔ میں جب گذشتہ سال انگلستان کے دورہ پر گیا تو کچھ بیماری کی وجہ سے وہاں آرام بھی کرنا تھا لیکن بہت سا کام بھی کرنے کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی بہرحال یہاں ایک نیم کا پودا ہم نے انجمن کے اس مکان کے صحن میں جہاں ہماری آج کل رہائش ہے لگایا تھا اور میں اس کو کوئی تین فٹ اونچا چھوڑ کر گیا تھا وہ دو مہینے کا پودہ تھا یوں بھی بکائین کی نسبت نیم دیر میں پلتی ہے جب میں چند ماہ کے بعد آیا تو میں نے دیکھا کہ اس نیم کا قد دس گیارہ فٹ تک گیا ہوا تھا میں بڑا حیران ہوا کہ یہ درخت بدلا گیا ہے یا کیا بات ہوئی ہے غیر معمولی قد اس نے نکال لیا ہے تو پتہ لگا میرے بچے نے اس میں انگریزی کھاد دی اور اس میں کچھ دوسری کھاد ملا کر مشورہ سے

ڈالتا اور خیال رکھتا رہا اور یوں یہ بڑھ گیا ہے حالانکہ عام قانون کے مطابق اس کو دو سال میں وہاں پہنچنا چاہیئے تھا۔ پس اس کا بھی علم ہونا چاہیئے۔

درختوں کو عام طور پر لوگ یہ سمجھ کر کہ ان کو ضرورت نہیں کھاد نہیں دیتے ٹھیک ہے اگر اس نے دس فٹ تین سال میں ہونا ہے تو اس کو کھاد کی ضرورت نہیں وہ تین سال میں اُتنا ہو جائے گا لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک سال میں دس فٹ تک پہنچ جائے (ایسے درخت ہیں ہمارے گھر کے صحن میں لگا ہوا ہے) تو اُس کو آپ کھاد دیں وہ ایک سال کا بھی انتظار نہیں کرے گا۔ چھ مہینے کے اندر اس تک پہنچ جائے گا۔ پس درختوں کی حفاظت کریں اور نئے درخت لگائیں۔ جو میں نے مغل بادشاہوں کی مثال دی ہے اُس وقت میں تعلیمی لحاظ سے ایک اصولی بات بتا رہا تھا۔ اس سلسلہ میں استدلال کیا تھا اس سے آپ یہ بھی استدلال کر سکتے ہیں کہ جہاں درخت مر گئے ہیں اگلے موسم کا ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہیں ذخیروں میں درخت مل جائیں تو بڑی بڑی گاچیاں نکالیں اور یہاں لگا دیں۔ پاپلر کا درخت اپنی پت جَھڑ کے وقت سویا ہوا ہوتا ہے۔ اگر فروری میں اس کو جڑوں سمیت اُکھاڑ کر جھاڑ کر مٹی کے بغیر دوسری جگہ لگائیں تو وہ ہو جائے گا لیکن جب اس نے پتے نکال لئے ہیں اس اُکھاڑ کر اور جھاڑ کر لگائیں گے تو نہیں لگے گا لیکن آپ ڈیڑھ یا دو فٹ کی یا جو بھی مناسب ہوگا گاچی نکال کر لگائیں تو وہ ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایک معنی میں اپنا مقام چھوڑا اور دوسرے معنی میں اپنی زمین نہیں چھوڑی وہ اس کے ساتھ ہی آ گئی۔

پس نئے درخت لگائیں جو دوست آج کے بعد مجھے بتا کر صحن سے باہر عام قسم کے پانچ درخت پال لے یا دو پھلدار درخت اپنے صحن کے اندر بڑی گاچیاں لگا کر پال لے تو ہر دو درخت پالنے والے کو میں انعام دوں گا لیکن میں اب انعام کی شکل معیّن اس لئے نہیں کر سکتا کہ اگر سب کو ہی میں نے انعام دینا ہے تو اس کی شکل کچھ اور ہوگی اور اگر دو یا چار ہیں تو پھر اس کی شکل اور ہوگی اگر وہ دو سو یا سات سو گھر ہیں تو ان سب کو انعام دوں گا لیکن اس کی شکل بہرحال بدل جائے گی۔ انجیر یا شہتوت کا درخت بہت جلدی پھل دیتا ہے انجیر تو چند مہینوں کے اندر پھل دے دیتا ہے اگر وہ تھوڑا ہی ہوگا کیونکہ شروع میں تو ایک ہی شاخ ہوگی لیکن

پھل آ جائے گا۔شہتوت بھی اگر آپ بڑی گاچی لگائیں گے تو اگلے سال پھل دے دے گا۔ میں نے احمد نگر میں اپنی زمین پر شہتوت کا پودا لگایا ہے لیکن وہ اپنے وقت پر لگایا تھا یعنی جب شہتوت کی پت جھڑ ہوتی ہے یعنی فروری کے آخر اور مارچ کے شروع میں اُس کے پتے بڑے اچھے نکلے ہیں اللہ نے خیر کی اور وہ آفات سماوی سے بچا رہا اور ہماری کسی غلطی اور غفلت کے نتیجہ میں ہمیں سزا دینے کے لئے اس پودہ کو اللہ تعالیٰ نے نہ مارا تو اگلے سال اس کا پھل آ جائے گا یعنی ڈیڑھ سال بعد۔ پس آپ اپنے چھوٹے سے صحن میں بھی پھلدار پودے لگا سکتے ہیں۔ لگائیں اور پھل کھائیں۔ اگر صحن بڑا ہے اور دس دس فٹ کے فاصلہ پر انجیر اور شہتوت لگا دیں تو تین چار درخت لگا سکتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر ۱۵ فٹ مربع جگہ ہے تو اس میں آسانی سے دس دس فٹ کے فاصلہ پر ۴ درخت لگ سکتے ہیں کچھ دیوار کے قریب آ جائیں گے۔ دیواریں اگر تپتے والی ہیں تو اُدھر آپ جھاڑیاں کھڑی کر دیں۔ مری ہوئی جھاڑیاں بھی دیواروں کی تپش کو روکتی ہیں بہر حال مشورہ کریں اور لگائیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر گھر اپنے صحن کا پھل دو سال کے اندر اندر کھا رہا ہو۔ انشاء اللہ کوشش تو کریں دیکھیں کتنا مزہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حُسن کو اُس کے قدرت کے جلوؤں میں آپ دیکھیں گے گند کے اندر پلا ہوا درخت اتنا ستھرا پھل آپ کو دے رہا ہو گا۔ میں نے کلّر اور شورہ والی زمین میں پلے ہوئے درخت دیکھے ہیں کہ اتنے میٹھے اور شیریں پھل دیتے ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ جس زمین سے غذا اس درخت نے لی تھی وہ تو کلّر والی اور کھاری تھی اور جو پھل ہمیں ملا ہے وہ میٹھا ہے۔ اگر کسی کا بالکل ہی چھوٹا صحن ہے اور وہ زیادہ درخت نہیں لگا سکتا تو فالسے کے پانچ سات درخت لگا لے اسے فالسہ ملے گا۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ تمہارے لئے ہر چیز پیدا کی ہے جس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے چیز پیدا ہوئی ہے اس میں سے زیادہ سے زیادہ تم فائدہ اُٹھاؤ مگر جائز طریقوں پر خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے دعائیں کرتے ہوئے اُس کی قدرت کے نشان ان درختوں میں اور ان کی پرورش میں دیکھتے ہوئے اس دُنیا میں بھی حسنات حاصل کرو۔

اور پھر دوسری زندگی جو اصل زندگی ہے۔ یہ زندگی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ جس طرح

ایک سیکنڈ میں ایک بلبلا پانی کے اُوپر بنتا ہے اور مٹ جاتا ہے اسی طرح یہ زندگی ہے۔ ہم آئے ہیں اور چلے جائیں گے لیکن اگر ہمیں اُخروی زندگی کی جنت مل جائے جو نہ ختم ہونے والی جنت ہے اور اس کے لئے ہم نے یہاں کام کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال ہو اور اُس کی مغفرت کی طاقتیں ہماری خطائیں اور کمزوریوں کو دُور کر کے ہمیں اپنی جنت میں لے جائیں تو اُس سے اچھی کوئی چیز نہیں وہ بھی ملے گی۔ لیکن رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً پہلے کہا گیا اور وَ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً بعد میں کہا گیا اس لئے کہ دنیا کی حسنات پر ہم نے اُخروی زندگی کے محلات کی بنیادیں رکھنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور جن کو میں نے منتظم بنایا ہے اُن کو اللہ تعالیٰ سمجھ اور توفیق دے کہ اگلا منصوبہ مزید بجلی کے کنوئیں اور درخت لگانے کا وہ بنا سکیں۔ یہ ایک نئی چیز ہے اور سمجھانے والی بات ہے۔ ہر ایک کو تو علم نہیں ہوتا جو لوگ گھروں میں درخت لگائیں گے اور دو سال کے بعد جب ٹرے بھری ہوئی اُن کے سامنے انجیروں کی ہوگی تو وہ بڑے خوش ہوں گے کہ خدا کی شان ہے یہ حصہ صحن کا ہمارا یونہی پڑا ہوا تھا اب اتنی انجیریں مل رہی ہیں اور یہاں ربوہ میں تو درخت کا چُناؤ اور انتخاب اچھا ہو تو بہت اچھا پھل دیتا ہے۔ میں نے کالج کی کوٹھی میں دو درخت لگائے تھے اتنے اچھے انجیر کہیں میں نے دُنیا میں نہیں کھائے جتنے وہاں ہوئے۔ باہر سے ہمارے مہمان پروفیسر وغیرہ آتے تھے اور حیران ہوتے تھے اتنا اچھا اور لذیذ اور خوشبودار اور شیریں انجیر بھی دُنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا رحم کرنا چاہتا ہے آپ اُس کی رحمت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور منتظمین نئے کنوئیں اور درخت لگانے کے متعلق سکیم اور منصوبہ بنا کر کچھ بہار میں اور کچھ خزاں میں (وہ بھی درختوں کے لگانے کا ایک موسم ہے) درخت لگائیں اور یہاں تو جو ریل میں آئے اُسے بھی اور جو بسوں اور موٹروں پر آئے اُسے بھی اور جو ہوائی جہاز سے گذرے اُسے بھی نظر آئے کہ یہاں ایک باغ لگا ہوا ہے جس میں اس دُنیا کی جنت کے لوگ بس رہے ہیں اور دُنیا جو مرضی کرتی رہے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کو آپ حاصل کرنے والے ہوں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ رمئی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲ تا ۶)

❀❀❀